بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشاہدات وتاثرات 25.5.12

S.O.P

ایک اردو تحریر کا عنوان انگریزی زبان میں ہو۔ ذرا عجیب سی بات ہے۔ لیکن مجبوری ہے۔ ہر زبان کا اپنا اسلوب ہوتا ہے۔ اس میں اس کی کلچر نظر آتی ہے۔ ہر بات کا ترجمہ بھی ممکن نہیں ہوتا۔ مثلاً اردو زبان کے الفاظ حرام۔ حلال۔ ستر۔ غیرت۔ پلید کا آپ انگریزی میں کیا ترجمہ کریں گے۔

اصل میں یہ مسئلہ زبان دانی کا نہیں کلچر کا ہے اور کلچر کو سمجھانے کیلئے آپ ایک جواب مضمون تو لکھ سکتے ہیں ترجمہ نہیں کر سکتے۔ مثلاً سجدہ سہو آپ ایک غیر مسلم کو کیا سمجھائیں گے۔ یہی حال S.O.P کا ہے۔

اللہ کے فضل سے میں نے ملازمت کے دوران ترقی یافتہ اقوام کے ساتھ کام کیا ہے۔ ان میں چین اور جاپان کے علاوہ یورپ کے ممالک شامل ہیں یہ لوگ سوچ بچار کرنے والے ہیں۔ ہر کام محنت، ضابطہ اور لگن سے کرتے ہیں حالانکہ یہ ہمارا ورثہ ہے۔ اسے عربیت میں احسان کہتے ہیں اور قرآن پاک کی رو سے اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ احسان کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ہر کام چاہے معمولی ہی کیوں نہ ہو ایسی لگن سے کیا جائے کہ انسان اپنی تمام توانائیاں اور صلاحیتیں کھپا دے۔

یہ کام ہم نہیں کرتے البتہ اپنی سوچ اور نیت کے مطابق ترقی یافتہ اقوام کرتی ہیں وہ لوگ ہر کام کرنے کا ایک سلیقہ مقرر کرتے ہیں اسی کو SOP کہتے ہیں۔

SOP ایک مخفف ہے اس کا مطلب ہے Standard Operating Procedure۔ ترقی یافتہ ممالک میں ہر کام کیلئے SOP مقرر ہے۔ اداروں میں۔ دفتروں میں۔ فیکٹریوں میں جہاں ممکن ہو ہر کام کی تحریری SOP بنائی جاتی ہے اور اس پر سختی سے عملدرآمد کرایا جاتا ہے۔

مشاہدات: ذیل میں چند مشاہدات SOP کے بارے میں پیش خدمت ہیں کہ SOP کرنے والے اسے کیسے کرتے ہیں اور ہم کس طرح ہر کام بغیر SOP کے کرتے ہیں اور اگر کہیں SOP موجود ہو تو اس کا ہم کیا حشر کرتے ہیں۔

1۔ میرا ایک بیٹا فوج میں رہا ہے۔ مجھے کہنے لگا کہ ایک فوجی رہائشی کالونی کی مسجد کے لاؤڈ سپیکر کا سامان چوری ہو گیا۔ مجھے انکوائری کا آرڈر ملا۔ لہٰذا میں مسجد میں گیا۔ وہاں امام صاحب سے مسجد کے جملہ کاموں کی SOP مانگی۔ مل گئی۔ مائیکروفون کی نگہداشت کیلئے مؤذن کی ذمہ داری تحریراً درج تھی۔ اس سے پوچھ گچھ کی۔ اس نے کہا مجھے SOP کے مطابق مسجد کو کھولنا۔ بند کرنا۔ سامان کی حفاظت کرنا۔ جھاڑ پھونک کرنا۔ مرمت کرانا سب شامل ہے۔ صبح کی نماز کے بعد مجھے ویسے تو مسجد کو بند کرنا ہوتا ہے لیکن کبھی کبھار کچھ نمازی اشراق کی ادائیگی کیلئے طلوع آفتاب تک بیٹھے رہتے ہیں۔ میں انتظار کرتا ہوں۔ بس ایک دن اسی عرصہ میں کوئی شخص ہاتھ دکھا گیا۔
معلوم ہوتا ہے ہماری فوج نے SOP کو اپنایا ہوا ہے۔ الحمدللہ

2۔ مجھے اپنے والد صاحب کے ایک انتہائی قابل قدر استاد صاحب سے شرف ملاقات رہا ہے۔ ایک دفعہ مجھے فرمانے لگے کاش ہمارے عمال (سرکاری ملازمین) وہ کام سیکھیں جو برطانیہ کے عمال کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا وہ کیا کرتے ہیں۔ فرمایا جب کوئی منسٹر یا اعلیٰ افسر غلط قسم کا حکم دے تو ان کے ماتحت کہتے ہیں کہ جناب SOP یعنی قانون کے مطابق یہ کام نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا کرنا ممکن نہیں۔ یہ بات پاکستان بننے کے تقریباً دس سال بعد کی ہے۔ اس وقت حالات ایسے ناسازگار نہیں تھے۔ اب تو ایک ٹیلی فون کال پر سب کچھ کیا جا سکتا ہے۔

3۔ ٹیلی فون کال سے یاد آیا کہ اخباروں میں ایک اداکارہ کی خبر چھپی کہ جب وہ غیر ملکی سفر سے واپس پہنچی تو اس کے سامان سے شراب نکلی۔ پکڑی گئی لیکن ایک ٹیلی فون آنے پر رہا کر دی گئی۔ عدالت عالیہ نے اس واقعہ کا سوءُ موٹو نوٹس لیا تو میڈیا میں احتجاج ہوا کہ ایک بوتل پر اتنی بڑی عدالت کی یہ دلچسپی ناقابل فہم ہے۔ میڈیا نے جرم کی نوعیت کو نہیں سمجھا۔ میرے خیال میں نوٹس شراب کی بوتل پر نہیں لیا گیا بلکہ اس ٹیلی فون کال پر لیا گیا جس کے باعث اداکارہ کی خلاصی ہوئی۔ ہم ٹیلی فونوں کے من مانے احکام، غلط کاموں میں تعاون اور SOP کی خلاف ورزیوں کے ایسے رسیا ہو چکے ہیں کہ اسے عیب ہی نہیں سمجھتے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا ‏ ‏ ‏ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

4۔ پاکستان کے ایک بڑے ادارہ کے ایک سربراہ بڑی اچھی شہرت رکھتے تھے۔ شرافت، محنت اور دیانتداری کی اعلیٰ روایات انہوں نے قائم کیں۔ ریٹائرمنٹ پر ایک ادارہ میں انہیں کام ملا تو مجھے ان کی ماتحتی میں کام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک دن باتوں ہی باتوں میں یہ کہہ دیا کہ افسران بالا کی اطاعت بلا چوں و چرا کرنی چاہیے۔ میں نے کہا کہ اللہ پاک کا حکم بھی یہی ہے کہ اہلِ اقتدار کی اطاعت کرنی چاہیے لیکن شرط ہے کہ ان کا حکم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے ٹکراتا نہ ہو۔ سوچ میں پڑ گئے پھر کہا کہ پاکستان کے حالات یہ ہیں کہ جو شخص اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرتا ہو وہ ملازمت چھوڑ دے بلکہ پاکستان چھوڑ دے۔ کچھ دیر مزید غور کیا تو کہا میں سوچتا ہوں کہ کیا اس وقت دنیا میں کوئی ایسا ملک ہے جہاں انسان ملازمت بھی کرے اور اللہ کی نافرمانی بھی نہ کرے پھر فرمایا میرے خیال میں بس ایک ہی ملک ایسا ہے اور وہ ہے برطانیہ۔

یہ ان کے خیالات تھے۔ آپ چاہیں تو اختلاف کر سکتے ہیں۔

یہ واقعہ 1971 کا ہے۔ جی ہاں 1971 کا جب پاکستان دولخت ہوا۔

5۔ ایک بہت بڑے ادارے کے بارے میں لطیفہ سنا کہ اس کا ایک چیئر مین ایسا آیا جو کھاتا تھا نہ کھانے دیتا تھا، ناکام ہوا۔ اس کے بعد ایک چیئر مین ایسا آیا جو کھاتا تو تھا لیکن کھانے نہ دیتا تھا۔ یہ بھی ناکام ہوا۔ بالآخر ایک ایسا چیئر مین آیا جو کھاتا بھی تھا کھلاتا بھی تھا۔ یہ بہت کامیاب ہوا۔

لطیفہ سہی لیکن کیا یہ ہمارے انتظامی نظام کی صحیح تصویر نہیں؟

(یہ لطیفہ بنگلہ دیش کی علیحدگی کے کچھ عرصہ بعد سنا)

6۔ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ احسان ہمارا ورثہ ہے۔ ہم نے اسے ضائع کر دیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہم پر واجب اتباع ہے۔ اللہ پاک نے کلام مجید میں فرمایا کہ

اگر تم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو تو اللہ تم سے محبت کرے گا، تمہارے گناہ بخش دے گا۔ [آل عمران آیت ۳۱]

سنت رسول زندگی بسر کرنے کا طریقہ ہے۔ اٹھنا بیٹھنا۔ کھانا پینا۔ اخلاقیات۔ کاروبار۔ روزگار کی کوشش کرنا۔ رہنا سہنا۔ آداب عبادت۔ آداب گفتگو۔ عیادت و مزاج پرسی۔ آداب سلام و دعا۔ گویا زندگی کے ہر گوشہ کیلئے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تحریراً موجود ہے۔ لیکن ہم بے خبر اور غافل ہیں۔ عمل نہیں۔

اس ناقابل تلافی بے عملی کا ذمہ دار کون ہے؟

7۔ میں اکثر مساجد میں جب موقع ملے امام صاحبان سے پوچھتا ہوں کہ کیا نمازیوں کے رکوع و سجود و قیام سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں؟ فوراً بلا تامل جواب آتا ہے کہ نہیں۔ پھر پوچھتا ہوں کہ نماز کے ارکین کی اصلاح کرنی چاہیے؟ جواب جی ہاں ضرور کرنی چاہیے۔

کون کرے گا؟ ہم کریں گے۔

ابھی تک تو کوئی کوشش نہیں کی۔ خدا جانے کب کریں گے؟ کون نیک بخت کرے گا؟

میں علماء حضرات کا معتقد ہوں۔ انکی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میری حقیر سمجھ کے مطابق اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ناقص نماز پڑھتا دیکھتے تو اس کی اصلاح لازماً کرتے۔ پھر بصد احترام علماء سے پوچھتا ہوں کہ آپ اس اہم سنت سے محروم کیوں ہیں؟

رکوع و سجود میں خامی کو بدترین چوری فرمایا گیا ہے تو ہمارے علماء بدترین چوری کو کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں۔ ایسا کیوں؟

8- ٹریفک کے قوانین ہمارے ہاں لکھے ہوئے موجود ہیں۔ یہ انگریزوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں لال بتی کی خلاف ورزی تو ایک عام بات ہے۔ ایک حکم یہ بھی ہے کہ رات کو لوگ اپنی سواریوں پر بتی لگائیں۔ میرے زمانہ تعلیم میں سائیکل والوں کا چالان ہوتا تھا اگر وہ رات کو بتی کے بغیر سائیکل چلاتے۔ یہ قانون اب بھی کتابوں میں درج ہوگا لیکن کبھی آپ نے کسی بھی سائیکل سوار کو رات میں بتی لگائے دیکھا۔ اب تو اکا دکا موٹر سائیکل بھی رات کو بتی کے بغیر نظر آجاتے ہیں۔ سائیکل کو چھوڑیئے کیا کسی تانگہ یا ریڑھے پر رات کو بتی ہوتی ہے؟

عوام نے خود ہی قانون بنالیا جسے سب نے قبول کیا۔ ہم آزاد منش لوگ ہیں۔ کسی قانون کو نہیں مانتے۔ آخر ہم کدھر جارہے ہیں؟

9- پاکستان میں بہت سے اداروں میں SOP کا رواج تو ہے لیکن اس کا جو حشر ہوتا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

میں ایک فیکٹری میں تبدیل ہو کر گیا تو ہر سال کی طرح جون میں ورکشاپ میں موجود Tools کے سٹاک کی پڑتال کی گئی۔ سب کچھ ٹھیک بتایا گیا۔ رپورٹ میرے پاس دفتر میں میرے دستخطوں کیلئے لائی گئی۔ میں نے کہا کچھ پڑتال میں بھی کروں گا۔ مجھے کہا گیا یہ نہ کریں۔ کچھ کمیاں تو ایک عرصہ سے ہیں لیکن سب افسران بالا کو ہر سال یہی رپورٹ سب اچھا کی جاتی رہتی ہے۔ فکر نہ کریں دستخط کردیں۔ سٹاک میں جو کمیاں ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ کوئی باز پرس نہیں ہوتی۔

اسی طرح کی اس سے زیادہ بھیانک وہ رپورٹ ہے جو ایک فیکٹری میں روزانہ ہیڈ آفس کو بھیجی جاتی تھی کہ آج اتنا مال تیار ہوا۔ اتنا فروخت ہوا۔ باقی اتنا موجود ہے۔ 1979 میں مجھے ٹیکنیکل آڈٹ کیلئے اس فیکٹری میں بھیجا گیا تو ثابت ہوا کہ اُن سستے دنوں میں بھی موجود مال میں سے اُس وقت کی مالیت کے تیس لاکھ روپوں سے زیادہ کا خسارہ تھا۔ جھوٹ موٹ کی رپورٹ روزانہ جاتی تھی۔ سب کو علم تھا۔ میں نے نشاندہی کی تو کچھ ہلچل مچی۔ پھر ابدی خاموشی چھاگئی۔

10- آپ نے بینکوں میں اور دیگر مقامات پر یہ لکھا ہوا دیکھا ہوگا۔

'' قطار بنائیے ''

'' یہاں تھوکنا منع ہے ''

کیا آپ کو ان ہدایات پر کہیں عمل نظر آتا ہے؟

11- میں نے فیکٹریوں میں ملازمتیں کی ہیں۔ ورکشاپوں کا معائنہ اور عملہ کی کارکردگی کو جانچنا میری ذمہ داری ہوا کرتی تھی۔ میں نے ایک مرتبہ اپنے ساتھی کو بتایا کہ مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ کہاں ورکر بیٹھ کر گپ بازی کرتے ہیں۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟ میں نے کہا ورکر جہاں بیٹھتے ہیں وہیں بے تکلف تھوکتے رہتے ہیں۔ پتہ چل جاتا ہے کتنے لوگ بیٹھے تھے اور کتنی دیر ہوئی یہاں سے اُٹھ گئے۔

12- میں نے ایک جگہ ایک ذمہ دار شخص کو بتایا کہ ایک پانی کی ٹونٹی عرصہ سے لیک کررہی ہے۔ پانی ضائع ہورہا ہے۔ اس نے جواب دیا فکر نہ کریں میں نے اوپر شکایت درج کی ہوئی ہے۔ ٹھیک ہوجائے گی۔ ٹھیک کیا ہونا تھی میں ہر دفعہ کڑوا گھونٹ پیتا رہا۔

13۔ ہمارے ہاں فیکٹریوں میں یورپ سے انجینئر مشینری لگانے کیلئے آیا کرتے تھے۔ کافی عرصہ یہاں رہتے تو ہماری ثقافت اور مزاج سے واقف ہو جاتے۔

ایک مرتبہ ایک خوش مزاج یورپی انجینئر نے مجھے ہلکے پھلکے انداز میں کہا کہ آپ مسلمان ہیں ناں جنت میں جائیں گے ہم ٹھہرے کافر ہمارا مقدر تو جہنم ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیئے کہ ہم محنت کر کے جہنم کو بھی گلزار بنا دیں گے اور آپ اللہ کی بنائی ہوئی جنت کو بھی جہنم بنا دیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہماری جہنم کے باہر جنت کا بورڈ لگا دے گا اور آپ کی جنت پر جہنم کا بورڈ آویزاں ہوگا۔

ہے تو یہ مذاق کی بات لیکن اس میں تلخ حقیقت چھپی ہوئی ہے اس سے انکار ممکن نہیں۔

14۔ حکمران بالا کے غلط احکام پر سرنڈر کرنا ہماری قومی علامت ہے۔ کیا آپ ایسے واقعات کی نشاندہی کر سکتے ہیں جہاں غلط احکام کو ماتحتوں نے ماننے سے انکار کر دیا ہو؟

میری نظر میں صرف ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے ایک مطلق العنان آمر کے منہ پر اس کا حکم ماننے سے انکار کیا۔ بلکہ دو مرتبہ ایسا کیا۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ ایک سنہری اور شاید واحد مثال ہے۔ اس گستاخی پر چیف کو معزول کیا گیا۔ ہر قسم کی دھمکی دی گئی۔ یہ اب تاریخ کا حصہ ہے۔ اللہ پاک نے چیف کو ایسی پذیرائی بخشی کہ پورے پاکستان میں ان کے حق میں تحریک چلی۔ وہ اپنے عہدہ پر بحال ہوئے اور آمر دربدر۔ انہیں عالمی اعزازات سے نوازا گیا۔ اب حالت یہ ہے کہ پاکستان کے عوام اصلاح احوال کیلئے عدالت کی طرف دیکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اصول پر مبنی بے لوث عمل ایک جہاد ہے اس کی قدر ہوتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسے اپنے مزاج کا لازمی حصہ بنائیں۔

15۔ میں نے سکنڈے نیویا میں کچھ عرصہ کام کیا ہے۔ وہاں ایک قبرستان کا بھی مشاہدہ کیا۔ ہمارے ہاں تو قبرستان ایک خوف کی جگہ ہوتی ہے۔ ان کے قبرستان البتہ خوبصورت باغ ہوتے ہیں۔ ہر طرف پھول قرینے سے لگے ہوئے۔ قبریں قطار اندر قطار۔ سب قبریں بالکل ایک جیسی۔ ایک انوکھی بات یہ دیکھی کہ کوئی قبر پورے خاندان کے افراد کیلئے ہوتی۔ میرے تعجب پر مجھے بتایا گیا کہ اب کچھ لوگ اپنی میت کو جلانے کی وصیت کر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی راکھ بوتل میں بند کی جاتی ہے چاہے اس کی اولاد بوتل کو اپنے ڈرائینگ روم میں رکھے یا مشترکہ خاندانی قبر میں۔

16۔ ہمارے ہاں ہر قبر دوسری سے مختلف۔ قطاریں بھی ترچھی سیدھی۔ سائز بھی مختلف۔ کسی قبر پر سنگ مرمر۔ کسی پر آیات قرآنی۔ کسی پر دعائیں۔ کوئی اونچی۔ کوئی نیچی۔ کسی کتبہ پر شجرہ نسب کوئی بغیر کسی کتبہ کے۔ کسی پر گنبد۔ غرض ہر شخص کی اپنی مرضی ہے جیسی قبر بنا دے۔ کوئی معیار۔ سٹینڈرڈ یا SOP نہیں۔ ہمارا قومی مزاج ہی ایسا ہے۔

مجھے ایک صاحب نے بتایا کہ ترقی یافتہ ممالک میں سڑکوں پر سپیڈ بریکر نہیں ہوتے۔ ان کی ضرورت ہی نہیں۔ ہر شخص ٹریفک قوانین پر عمل کرتا ہے۔ ان کی ضرورت تو ہمارے ہاں ہوتی ہے۔ لیکن سپیڈ بریکر ہر کوئی اپنی مرضی اور ڈیزائن کے بناتا ہے۔ کوئی سے دو سپیڈ بریکر آپس میں نہیں ملتے۔ سب سپیڈ بریکر دکھری ٹائپ کے ہیں۔ کچھ تو تقریباً ناقابل عبور اور کچھ بالکل بے اثر۔ SOP بنائی ہی نہیں جاتی۔

خلاصہ: ان گزارشات کا خلاصہ یہی ہے کہ ہم کسی قانون وضابطہ کو نہیں مانتے۔ کوئی معیار قائم نہیں کرتے۔ اور اگر کبھی لیں تو اس پر عمل نہیں کرتے۔ اس کے برعکس اہل اقتدار کے غلط کاموں کے آگے فوراً سرنڈر کرتے ہیں ۔ ناداں گر گئے سجدہ میں جب وقت قیام آیا

ہمارے ملک عزیز میں بے شمار افراد ہیں جو ہیروں کی طرح جگمگاتے ہیں۔ کچھ معروف اور اکثر گمنام۔ یہاں بات انفرادی معیار کی نہیں ہو رہی بلکہ اجتماعی کردار کی ہو رہی ہے۔

آج کل دنیا کے ممالک کا تقابل پیش کیا جاتا ہے کہ خوش حالی، اخلاق و کردار میں کیسے ہیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دنیا بھر کے ممالک میں ہم تقریباً آخر میں کھڑے ہیں اور ہر سال ہمارا مقام مزید گرتا رہتا ہے۔ یہ ہے عالمی رائے ہمارے بارے میں۔

امریکہ کی وزیر خارجہ نے ایک مرتبہ یہ نازیبا بات کہی کہ پاکستان کے بارے میں ہم نے Carrot and stick کی پالیسی اپنائی ہوئی ہے۔ یعنی پاکستان کو اپنے ڈھب پر لانے کیلئے ایک ہاتھ میں گاجر رکھتے ہیں تو دوسرے ہاتھ میں ڈنڈا۔ اگر یہ لالچ سے نہ مانیں تو ڈنڈے سے انہیں ہانک کر لے جائیں گے۔ گویا اس نے ہمیں بھیڑ بکریوں کا ریوڑ سمجھا ہے۔

ہمارے اجتماعی کردار اور مزاج پر اقبال نے نوحہ کیا ہے۔

ہند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذت کردار نہ افکار عمیق
حلقہ شوق میں وہ جراتِ اندیشہ کہاں
آہ ! محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق

پس چہ باید کرد؟ بنیادی کام اصلاحِ معاشرہ کا ہے۔ لیکن کیسے ہو؟ لوگ تعلیم کا کہتے ہیں۔ ٹھیک کہتے ہیں لیکن سمجھنا چاہیے کہ تعلیم سے ہماری مراد کیا ہے؟ ہمارا تو دین ہی ''اقرأ'' سے شروع ہوا۔ لیکن اس کے ساتھ اہم شرط یہ لگی ہوئی ہے'' باسم ربک الذی خلق'' تعلیم میں للّٰہیت لازمی ہے۔ جس نظامِ تعلیم میں للّٰہیت نہ ہو وہ اقرأ کے زمرہ میں نہیں آتی۔

ہمارے کتنے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ قرآن ناظرہ پڑھ سکتے ہیں؟ قرآن کے سمجھنے یا اس پر عمل کرنے کی بات نہیں ہو رہی صرف ناظرہ پڑھنے کی۔ اس کی حقیقت اس وقت معلوم ہوتی ہے جب کہیں تعزیت کے لئے قرآن خوانی ہو رہی ہو۔ بڑے ہی معزز تعلیم یافتہ حضرات سپارہ ہاتھ میں لئے بے چین بیٹھے ہوتے ہیں کہ کب پریشانی سے نجات ملے گی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جمہوریت میں نجات ہے۔ ہوگی۔

سیاسی لوگ عوام کی غربت اور بے خبری کا استحصال کرتے ہیں۔ اوٹ پٹانگ وعدے ہوتے ہیں۔ ہم آپ کو یہ دیں گے۔ وہ دیں گے۔ ووٹ ہمیں دیں۔ کیا کبھی کسی سیاسی جماعت کے منشور میں یہ بھی درج ہے کہ عوام کے اخلاقیات کی اصلاح ترجیحی بنیادوں پر بطور چیلنج کے قبول کی جائے گی۔ اگر نہیں تو عوام تو انہی کو ووٹ دیتے رہیں گے جنہیں اب دیتے ہیں۔ یہ تو ہے ہماری نام نہاد جمہوریت کا صلہ۔ جمہوریت تو عوام کا عکس ہوتی ہے۔ جیسے لوگ ہوں گے ویسے حکمران ہوں گے۔ عوام کی اصلاح کے بغیر جمہوریت بیکار ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خوشحالی سے ہی اصلاح معاشرہ ہوگی۔ لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ کرپشن زیادہ تر خوشحال لوگ ہی کرتے ہیں۔ کتنے قصے مشہور ہیں۔ لاکھوں کروڑوں کے نہیں اربوں کے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اصلاح کیسے ہوگی؟

اصلاح کیلئے ہمیں اللہ پاک کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ اگر وہ چاہے تو تم سب کو بدل کر نئے لوگ لے آئے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ [فاطر آیت ۱۶]

آیئے اس قادرِ مطلق کی طرف رجوع کریں جو ہماری واحد امید ہے۔

ایک سوال: آپ SOP کا اُردو میں کیا ترجمہ کریں گے؟